مسئلہ حاضِر و ناظر

مصنّف
حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ

صُفّہ فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ
إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيم

نام کتاب .... مسئلہ حاضر و ناظر

مصنف .... حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ

ناشر .... صفہ فاؤنڈیشن

باہتمام .... عمر حیات قادری

سلسلہ اشاعت 35

تعداد 1100

قیمت .... روپے

ملنے کے پتے

صفہ فاؤنڈیشن مدینہ مارکیٹ دبئی چوک صدر لاہور کینٹ فون: 6664563

صفہ فاؤنڈیشن اسماعیل سنٹر 109 چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور فون: 0303-6415340

E-mail: suffahfoundation@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

الاحزاب ۵۶

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

○

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے
درُود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبیؐ) پر
اے ایمان والو! ان پر درُود اور خُوب سلام بھیجو۔

کتبہٗ: سید خالد ممتاز رضوی

روحِ اعظم ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری

مسئلہ حاضر و ناظر پر بینظیر مقالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْقَدِیْرِ السَّمِیْعِ الْبَصِیْرِ الْفَعَّالِ لِمَا یُرِیْدُ وَاَکْمَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَجْمَلُ التَّحِیَّاتِ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہِ وَاَفْضَلُ رُسُلِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی اَلَّذِیْ اَرْسَلَہٗ رَبُّہٗ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَبَعَثَہٗ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ ذَوِی الْکَرَامَاتِ وَالْبَرَکَاتِ السَّامِیَّۃِ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا کی ہیں: (۱) قوتِ نظریہ اس کا کمال یہ ہے کہ حقائق کو اس طرح پہچانا جائے۔ جس طرح وہ واقع میں ہیں۔ (۲) قوتِ عملیہ اس کا کمال یہ ہے کہ افعال کو اس طرح ادا کیا جائے جس طرح انہیں ادا کرنے کا حق ہے۔ دین اور فلسفہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ان دو قوتوں کی تکمیل کر کے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جائے اور مبداء و معاد (خالق کائنات اور آخرت) کی معرفت حاصل کی جائے۔ فرق یہ ہے کہ عقل دین میں ہدایت ربانی کی پیروی کرتی ہے اور فلسفہ میں خواہش نفس کی۔

مبداء و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: (۱) نظر و استدلال (۲) ریاضت و مجاہدہ۔ پہلے طریقے کو اختیار کرنے والے کسی ملت اور دین کے پیروکار ہیں تو انہیں متکلمین کہا جاتا ہے۔ اور اگر کسی ملت کے پیروکار نہیں تو انہیں حکماء مشائیہ کہا جاتا ہے جیسے ارسطو،

فارابی اور ابن سینا۔ دوسرے طریقے پر چلنے والے اگر شریعت کے موافق ہیں تو وہ صوفیہ ہیں ورنہ وہ حکماء اشراقیہ ہیں۔ جیسے افلاطون اور شیخ شہاب الدین مقتول۔

(عبدالنبی احمد نگری' القاضی: دستور العلماء طبع بیروت ج ا' ص ۱۷)

افلاطون کے شاگرد تین طرح کے تھے:

(۱) اشراقیہ: یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے اپنی عقلوں کو نفسانی کثافتوں سے اس قدر پاک کر لیا تھا کہ وہ الفاظ اور اشارات کے بغیر براہ راست افلاطون کے دماغ سے انوار حکمت حاصل کرتے تھے (جسے آج کی اصطلاح میں ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے)

(۲) رواقیہ: وہ شاگرد تھے جو افلاطون کی مجلس میں حاضر ہو کر اس سے حکمت کا درس لیتے تھے اور اس کے الفاظ اور اشارات سے استفادہ کرتے تھے۔

(۳) مشائیہ: جب افلاطون سوار ہو کر چلتا تو یہ لوگ اس کے ہم رکاب چلتے اور حکمت کا استفادہ کرتے تھے۔

(عبدالنبی احمد نگری' القاضی: دستور العلماء (طبع بیروت) ج ۲' ص ۱۴۴)

اس تفصیل کے بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوت نظریہ عطا فرمائی ہے تو اسے فکر و نظر سے جلا ملتی ہے اور ریاضت و مجاہدہ سے اس کے ادراکات میں ترقی واقع ہوتی ہے۔ حقائق واقعیہ اس پر منکشف ہوتی ہیں۔ اس میں شریعت کی پیروی کرنے یا نہ کرنے والے کی کوئی تخصیص نہیں' البتہ حقائق واقعیہ تک رسائی ان ہی لوگوں کا حصہ ہے جو وحی الٰہی اور سنت نبوی کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کے لیے عالم غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ آئندہ ہونے والے واقعات ان پر ظاہر کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نیند بلکہ بیداری میں بھی ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی علوم دینیہ حاصل کرنے کے بعد طریقت کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ صوفیائے کرام ہی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت' ان کا راستہ صحیح ترین راستہ ہے اور ان کے اخلاق پاکیزہ ترین اخلاق ہیں۔ ان کے ظاہر و باطن کی تمام حرکات و سکنات' مشکوۃ نبوت کے نور سے مستفاد ہیں' اور روئے زمین پر نور نبوت کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے جس سے روشنی حاصل کی جا سکے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں اور اسی نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

''صوفیاء کرام ہی ہیں جو بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کی زیارت کرتے ہیں۔ ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں' پھر حال صورتوں اور مثالوں کی زیارت سے ترقی کر کے ان مقامات تک پہنچتا ہے جن کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔''

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی' امام' الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲' ص ۲۵۷' محمد بن محمد غزالی' امام' کتاب المنقذ من الضلال (طبع ترکی) ص ۳۲' ۳۳)

راقم نے اس موضوع کی مناسبت سے چند حوالے اپنی کتاب ''مدینۃ العلم'' کے آخر میں نقل کیے ہیں' موقع کی مناسبت سے اس جگہ ان کا نقل کر دینا موجب بصیرت و اطمینان ہوگا۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اپنے رب کے پاس رات گزارتے ہیں' وہ ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے' اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے حالات کا زیادہ علم ہوگا اس کے دل میں کمزوری کم اور طاقت زیادہ ہوگی...... اسی طرح

جب بندہ طاعتوں پر مداومت کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کے کان اور آنکھیں ہوتا ہوں' تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کان بن جائے تو وہ قریب اور دور سے سنے گا اور جب وہ نور بینائی بن جائے تو وہ قریب اور دور کو دیکھے گا۔"

(محمد بن عمر بن حسین' رازی' امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ البہیۃ' مصر) ج ۲۱' ص ۹۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے' پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ" "بے شک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔" یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اس جگہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم فراست ایمانیہ ہے اس کا سبب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک خیال اس تیزی سے دل پر وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ فراست فریسہ ہی سے مشتق ہے۔ یہ فراست ایمان کی قوت کے مطابق ہوگی جس کا ایمان قوی تر ہوگا اس کی فراست بھی تیز ہوگی۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: فراست نفس کو حاصل ہونے والا کشف اور غیب کا مشاہدہ ہے اور ایمان کے مقامات میں سے ہے۔" (علی بن سلطان محمد' قاری' علامہ: شرح الفقہ الاکبر (مصطفی البابی' مصر) ص ۸۰)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے عروج و کمال اور علوم کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی کو عبور کرتے ہوئے اصل تجلیات اسم رحمٰن

تک پہنچ گیا۔ جب اسم رحمٰن میری ذات میں اترا اور جلوہ گر ہوا تو میں نے ہر مقام' ہر علم' ہر کمال دیکھا جو پہلے انسانی فرد کو حاصل ہوا میں اس آدم کی بات نہیں کرتا بلکہ پہلے آدم سے لے کر آخر زمانہ تک پائے جانے والے آخری انسان تک جتنے علوم و کمالات حاصل ہوئے' خواہ اس دنیا میں یا قبر میں روز حساب یا جنت میں' میں نے ان سب کا اس طرح احاطہ کر لیا کہ ان میں کوئی تصادم نہیں (اس کے کچھ بعد فرماتے ہیں) میں نے افلاک' معاون' درختوں' چارپایوں' فرشتوں' جنوں 'لوح و قلم' حضرت اسرافیل اور جو کچھ موجود ہو چکا ہے سب کے کمالات کا کامل اور مکمل احاطہ کر لیا۔"

(ولی اللہ دہلوی' شاہ: التفہیمات (حیدرآباد' سندھ) ج ۲' ص ۸۹-۹۰)

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

"قطب زمانہ حضرت عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں:

ایک ولی مغرب میں ہو اور وہ سوڈان یا بصرہ کے ولی سے کلام کرنا چاہے تو تو اسے دیکھے گا کہ وہ اس سے اس طرح کلام کرے گا جیسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کلام کر رہا ہو' اور جب تیسرا ان سے کلام کرنا چاہے گا تو وہ بھی کلام کرے گا۔ اسی طرح چوتھا یہاں تک کہ تمام اولیاء کرام کی جماعت کو دیکھو گے جن میں سے ہر ایک الگ الگ خطے میں ہے اور وہ اس طرح گفتگو کر رہے ہوں گے جیسے ایک جگہ اکٹھے ہوں۔

(احمد بن المبارک' علامہ: الابریز (مصطفی البابی' مصر) ص ۱۷)

اسی طرح جب اولیاء کرام کے دل غفلت کے زنگ اور ماسویٰ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے پاک ہو جاتے ہیں تو وہ خطیرۃ القدس کے لیے آئینوں کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں مثلاً جب خطیرۃ القدس میں کسی چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو اکثر صالحین اس کے واقع ہونے سے پہلے اسے نیند یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔"

(محمد اسماعیل دہلوی: صراط مستقیم فارسی (طبع لاہور) ص ۳۷)

دیوبندی مکتبِ فکر کے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

''اولیاء کرام اس جہان میں اشیاء کے موجود ہونے سے پہلے جو کچھ دیکھتے ہیں ان کے لیے بھی ایک قسم کا وجود ہے' جیسے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مدرسہ کے پاس سے گزر ہوا۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا تو فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں'' تو وہاں سے حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہم یمن سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو محسوس کرتے ہیں'' تو وہاں سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔''

(محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعۃ حجازی قاہرہ) ج ۱' ص ۱۸۲)

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

آئینہ سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرضہ گرد و احوال ملک دارا

''تیرے پاس آئینہ سکندر اور جام جمشید موجود ہے۔ اس میں دیکھ تو سہی تجھ پر ملک دارا کے حالات منکشف ہو جائیں گے۔''

اس مقام پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے آپ کو ایک بار پیچھے لے جانا چاہتا ہوں۔ ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق بندۂ مومن (ولی) اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے' اور امام رازی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کسی کی بینائی بن جائے تو وہ قریب و بعید چیزوں کو دیکھتا ہے' اور بقول شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی جب دل کا زنگ دور ہو جائے اور ماسوی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے پاک ہو جائے تو وہ خطیرۃ القدس (عالم بالا) کے لیے آئینہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کی جھلک اس

میں دکھائی دیتی ہے۔ یہی بات کشمیری صاحب نے کہی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تو خود اپنے بارے میں بیان کیا کہ میں یکے بعد دیگرے تجلیات کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا کہ جو کچھ معرض وجود میں آ چکا ہے' اس میں سے ہر ایک ایک کے کمالات کا میں نے مکمل احاطہ کر لیا۔

اب خود آپ ہی سوچئے کہ جب ایک ولی کی روحانی اور علمی پرواز کا یہ عالم ہے اور وسعت مشاہدہ کا یہ حال ہے تو اولیائے کاملین' شہداء صدیقین' صحابہ کرام' اہل بیت عظام' پھر انبیاء کرام اور خصوصاً انبیاء و رسل کے امام اور تاجدار ﷺ کے علم اور مشاہدہ کی وسعت کا کیا عالم ہوگا۔؟

سرکار دو عالم ﷺ کی قوت مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو دیگر قوتوں کی طرح قوت مشاہدہ بھی بے مثل عطا فرمائی ہے۔ آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں میل دور ہونے والی نقل و حرکت کو ریڈار کی اسکرین پر دیکھی جا سکتی ہے' کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے؟ کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک تمام مخلوقات اپنے حبیب اکرم ﷺ پر منکشف کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا امکان ثابت کرنے کے لیے آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ سے استدلال کرنے والوں کو اس وقت یہ آیت مبارکہ کیوں بھول جاتی ہے؟

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی' پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ کَمَا اَرَاکُمْ — "بے شک ہم تمہیں پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ تمہیں (آگے سے) دیکھتے ہیں۔"

(محمد بن اسماعیل بخاری' امام: صحیح بخاری شریف (رشیدیہ' دہلی) ج ا' ص ۵۹)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ پچھلی صفوں میں ایک شخص نے صحیح طور پر نماز ادا نہیں کی۔ سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں دیکھتا کہ نماز کس طرح پڑھتا ہے؟

اِنَّکُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ یَخْفٰی عَلٰی شَیْئٍ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ اَرٰی مِنْ خَلْفِیْ كَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ) — "تمہارا گمان یہ ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو اس میں سے کوئی چیز ہم سے مخفی رہتی ہے' اللہ تعالیٰ کی قسم! آگے کی طرح ہم پیچھے سے بھی دیکھتے ہیں۔"

(محمد بن عبداللہ الخطیب' امام: مشکوۃ المصابیح (ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی) ص ۷۷)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ ہماری توجہ صرف اس طرف ہے' اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر نہ تو تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع' ہم تمہیں پشت کے پیچھے (بھی) دیکھتے ہیں۔ (محمد بن اسمٰعیل بخاری' امام: صحیح بخاری' ج ا' ص ۵۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پشت کے پیچھے کھڑے ہونے والے افراد کو ہی نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان کے دلوں کی کیفیات بھی ملاحظہ فرماتے تھے۔ کیونکہ خشوع' دل کی کیفیت کا نام ہے۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی' امام: خصائص کبریٰ (مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد) ج ا' ص ۶۱)

(۵) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں"۔

(محمد بن اسماعیل بخاری' امام: صحیح بخاری شریف' ج ا' ص ۱۷۹)

(۶) حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہم تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات دیکھ رہے ہیں"۔

(محمد بن اسمٰعیل بخاری' امام: صحیح بخاری شریف' ج ا' ص ۲۵۲)

مستقبل میں آنے والے فتنوں کو ملاحظہ فرمایا:

(۷) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کسوف پڑھانے کے بعد خطبہ دیا' اس میں ارشاد فرمایا: "جو چیز بھی ہم نے نہیں دیکھی تھی یہاں تک کہ جنت اور دوزخ' وہ ہم نے اس جگہ دیکھ لی"۔

(محمد بن اسمٰعیل بخاری' امام: صحیح بخاری شریف' ج ا' ص ۱۸)

(۸) ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں' تمہیں سلام کہتے ہیں"۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں "میں نے عرض کی وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضور! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔"

(محمد بن اسماعیل بخاری' امام: صحیح بخاری شریف' ج ا' ص ۲۳۲)

(۹) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی

حصوں کو دیکھا''۔

(مسلم بن الحجاج القشیری: صحیح مسلم (رشیدیہ دہلی) ج۲، ص۳۹)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرما دیا۔ تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔''

(علی متقی امام: کنز العمال (طبع حلب) ج۱۱، ص۳۷۸)

''فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا'' جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر فعل مضارع ہے۔ اور ایسا جملہ اسمیہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو دوام تجددی کے ساتھ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ نظر کی یہ وسعت دنیا کی زندگی میں تھی تو عالم آخرت جو دنیا سے کہیں زیادہ وسیع ہے اس میں نظر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

امام غزالی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ دنیا کی نسبت آخرت کی وسعت کا وہی حال ہے جو رحم مادر کی تاریکی کی نسبت دنیا کی وسعت کا حال ہے''۔ (محمد بن محمد غزالی، امام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ج۴، ص۴۹۷)

علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دنیا کو اس طرح ظاہر و منکشف کر دیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب کا ہم نے احاطہ کر لیا کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ آپ نے حقیقتاً دیکھا اور اس احتمال کو دور کر دیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔''

(محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: زرقانی علی المواہب (المطبع القدیم) ج۷، ص۲۳۴)

سوال: کنز العمال (۹۵/۶) میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، ضعیف حدیث سے تو عمل سے متعلق بھی احکام ثابت نہیں ہوتے، حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ کیسے ثابت ہوگا؟

جواب: اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تین ائمہ محدثین نے روایت کیا۔ (۱) امام نعیم بن حماد (م۲۲۸ھ)۔ (۲) امام طبرانی (م۳۶۰ھ)۔ (۳) امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ (م۴۳۰ھ) کنز العمال میں صرف امام نعیم بن حماد کی روایت ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، باقی دو سندوں کے بارے میں ضعف کا حکم نہیں لگایا گیا۔

(علی المتقی برہان پوری، علامہ: کنز العمال (مکتبہ التراث الاسلامی، حلب) ج۱۱، ص۴۲۰)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک سند ضعیف ہے۔ تعدد طرق سے قوت حاصل کر کے حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے بھی ضعیف نہ رہی، بلکہ ترقی کر کے درجہ حسن کو پہنچ گئی ہے۔

(۲) اس حدیث کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہمارے لیے مضر نہیں، کیونکہ عقیدۂ حاضر و ناظر جن و آیات و احادیث سے ثابت ہے ان کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ پیش نظر حدیث ہمارے عقیدہ کی بنیادی اور مرکزی

دلیل نہیں، بلکہ تائیدی دلیل ہے۔

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو وہ تاریک رات میں دس فرسخ (تیس میل) کے فاصلے پر پتھر پر چلنے والی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔ (محمود آلوسی: علامہ سید: روح المعانی، ج۹ص۵۳)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے کوہ طور پر صفاتی تجلی ڈالی تھی اس کے دیکھنے سے بینائی اس قدر تیز ہوگئی کہ تیس میل کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں چلنے والی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات باری تعالیٰ کی دیدار سے نوازا گیا۔ آپ کے بارے میں ارشاد ہے: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَ مَاطَغٰی، آپ کی وسعت نظر کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

مشاہدہ اعمال: امام عبداللہ قرطبی باب مَاجَآءَ فِیْ شَھَادَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُمَّتِہٖ میں فرماتے ہیں۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک انصاری نے منہال ابن عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر دن صبح و شام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، تو آپ انہیں ان کی علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔ اسی لیے آپ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَابِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا۔

(محمد بن احمد القرطبی، امام: التذکرۃ (المکتبۃ التوفیقیہ) ص۳۳۹-۳۴۰، ایضاً: الجامع القرآن (طبع بیروت) ج۵ ص۱۹۸)

علامہ ابن کثیر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ ایک تابعی کا قول ہے اور منقطع ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک مبہم شخص ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ نیز یہ کہ یہ سعید بن مسیب کا قول ہے، اسے امتوں نے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

تاہم امام قرطبی نے اسے قبول کیا ہے اور اسے بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں، انبیاء کرام، آباء اور ماؤں کے سامنے جمعہ کے دن پیش کیے جاتے ہیں، امام قرطبی نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر دن اعمال کا پیش کیا جانا، آپ کی خصوصیت ہو اور جمعہ کے دن دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ بھی آپ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہوں۔''

(اسماعیل بن کثیر القرشی، تفسیر ابن کثیر (عیسیٰ البابی، مصر) ج۱، ص۴۹۹)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''علماء امت کے مذاہب اور اختلافات کی کثرت کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجاز کے شائبہ اور تاویل کے وہم کے بغیر حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں۔''

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار (طبع سکھر) ص۱۵۵)

روح اعظم کی کائنات میں جلوہ گری

عقیدۂ حاضر و ناظر: نبی اکرم ﷺ کے لیے لفظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کی بشریت مطہرہ اور جسم خاص ہر جگہ ہر شخص کے سامنے موجود ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تمام کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور اولیائے کرام بیداری میں آپ کے جمال اقدس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں نظر رحمت وعنایت سے مسرور ومحفوظ فرماتے ہیں۔ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا' سرکار کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ عقیدہ ظنیہ اور از قبیل فضائل ہے" اس کے لیے دلائل قطعیہ کا ہونا ہی ضروری نہیں' بلکہ دلائل ظنیہ بھی مقید مقصد ہیں۔ آئندہ صفحات میں یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور ارشادات سلف وخلف سے پیش کیا جاتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت نظر اور مشاہدہ کا بیان کسی قدر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جاچکا ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا "اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر۔"
(الاحزاب : ۳۳' ۱۵)

علامہ ابوالسعود (م ۹۵۱ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اے نبی! ہم نے تمہیں ان لوگوں پر شاہد (حاضر وناظر) بنا کر بھیجا جن کی طرف آپ مبعوث ہیں۔ آپ ان کے احوال واعمال کا مشاہدہ اور نگرانی کرتے ہیں۔ آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق وتکذیب اور ہدایت وضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن ان کے حق میں یا ان کے خلاف جو گواہی آپ دیں گے مقبول ہوگی۔"

(محمد بن محمد العمادی' ابوالسعود امام: تفسیر' ابوالسعود (احیاء التراث العربی' بیروت) ج ۷' ص ۴۲)

علامہ سلیمان جمل نے الفتوحات الالٰہیہ (ج ۳ ص ۴۴۲) اور علامہ سید محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی (ج ۲۲ ص ۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

امام محی السنہ علاء الدین خازن رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۱ھ) نے ایک تفسیر یہ بیان کی ہے۔

شَاهِدًا عَلَی الْخَلْقِ کُلِّهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ "آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے۔"

(علی بن محمد البغدادی الشہیر بالخازن: تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل (مصطفےٰ البابی مصر) ج ۵' ص ۲۶۶)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت اسلام ہر مومن وکافر کو شامل ہے۔ لہٰذا امت دعوت میں ہر مومن وکافر داخل ہے' البتہ! امت اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر مشرف باسلام ہوئے۔ آیت مبارکہ کی تفسیر میں عَلٰی مَنْ بُعِثْتُ اِلَیْهِمْ (جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا) اور علی الخلق کلهم کہہ کر حضرات مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہل ایمان کو ہی نہیں' بلکہ کافروں کے احوال بھی مشاہدہ فرما رہے ہیں' اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے خلاف گواہی دیں گے۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"بعض اکابر صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انہیں دیکھا' اسی لیے آپ کو شاہد کہا گیا۔

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے فرمایا:

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

(محمود آلوسی: علامہ سید: روح المعانی' ج ۲۲' ص ۴۵)

بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔''

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے فرمان شاھدا میں کئی احتمال ہیں (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ویکون الرسول علیکم شهیدا (رسول تم پر گواہ ہوں گے اور نگہبان) اس بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں، یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہوں گے یعنی اس گواہی کو ادا کریں گے جس کے آپ حامل بنے تھے۔''

(محمد بن عمر بن حسین الرازی، امام: تفسیر کبیر (مطبعة بهیة مصر) ج ۲۵، ص ۲۱۶)

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مطلب یہ ہے کہ اس ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کی سنت کی حقیقی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔ آپ ہی محبوب ازلی ہیں، باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

چونکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور عدم سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام و ارکان، اجسام و اجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں، جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسرار، عجائب صنعت اور غرائب قدرت میں سے جس چیز کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو وہ آپ کے مشاہدہ سے خارج نہ رہے، آپ کو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں

آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ (ہم نے جان لیا وہ سب جو ہو چکا اور جو ہوگا) کیونکہ آپ نے سب کا مشاہدہ کیا۔ اور ایک لحہ بھی غائب نہیں رہے، آپ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی، اسی لیے فرمایا: ہم اس وقت بھی نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، یعنی ہم پیدا کیے گئے تھے اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں اور ہمارے لیے نبوت کا حکم کیا گیا ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور ان کی روح ابھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے ان کی پیدائش، اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا:

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اسے راندۂ درگاہ اور ملعون قرار دیا گیا، سب کچھ ملاحظہ فرمایا، ایک حکم کی مخالفت کی بنا پر اس کی طویل عبادت اور وسیع علم رائیگاں گیا۔ انبیاء و رسل اور ان کی امتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم آپ کو حاصل ہوئے''۔

(اسماعیل حقی، امام: روح البیان (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۹، ص ۱۸)

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا — اور یہ رسول تمہارے گواہ (اور حاضر و ناظر ہیں)

(البقرہ: ۲، ۱۴۳)

علامہ اسماعیل حقی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نور نبوت کے

ذریعہ ہر دیندار کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے دین کا مرتبہ کیا ہے' اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس حجاب کو بھی جانتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کمال دین سے روک دیا گیا ہے۔ پس آپ امتیوں کے گناہ' ان کے ایمان کی حقیقت' ان کے اعمال' نیکیوں' برائیوں اور اخلاص ونفاق وغیرہ کو جانتے ہیں''۔

(اسماعیل حقی' امام: روح البیان (داراحیاء التراث العربی' بیروت) ج۹' ص ۲۴۸' بدالعزیز محدث دہلوی' علامہ شاہ: تفسیر عزیزی فارسی (طبع دہلوی) ج۱' ص ۵۱۸)

علامہ امام ابن الحاج فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ان کے احوال نیتوں' عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیات مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور یہ سب کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ اخفاء نہیں ہے۔''

(ابن الحاج امام: المدخل (دار الکتاب العربی بیروت) ج۱' ص ۲۵۲' احمد بن محمد القسطلانی' امام مواہب اللدنیہ مع الزرقانی (طبع مصر ۱۲۹۲ھ) ج۸' ص ۳۴۸)

(۳) وَجِئْنَابِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ''اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔'' (النساء ۴/ ۴۱)

ان آیات مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے۔ ان دونوں کا مصدر شہود اور شہادت ہے۔ آیئے دیکھیں کہ علماء لغت اور ائمہ دین نے اس کا کیا معنی بیان کیا ہے؟

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ وَالشَّهَادَةُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةِ بَصِيْرَةٍ اَوْ بَصَرٍ ...... وَاَمَّا الشَّهِيْدُ فَقَدْ يُقَالُ لِلشَّاهِدِ وَالْمُشَاهِدِ لِلشَّيْءِ وَكَذَا قَوْلُهٗ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

شہود اور شہادۃ کا معنی مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم کی بنا پر صادر ہو رہا شہید تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

(حسین بن محمد الملقب بالراغب اصفہانی: المفردات (نور محمد' کراچی) ص ۲۶۹-۷۰)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

''شہادت' مشاہدہ اور شہود کا معنی دیکھنا ہے' جب تم کسی چیز کو دیکھو تو تم کہتے ہو شھدت کذا (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے' اس دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود بھی کہا جاتا ہے''۔

(محمد بن عمر بن حسین رازی' امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ المصریہ) ج۴' ص ۱۱۳-۱۱۴)

امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''شہادت کی تین شرطیں ہیں جن کے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی' (۱) حاضر ہونا۔

(۲) جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا' (۳) گواہی کا ادا کرنا''۔ (محمد بن احمد القرطبی' امام: التذکرہ (المکتبۃ التوفیقیۃ) ص ۱۸۳)

امام ابوالقاسم قشیری (م ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں۔

وَمَعْنَى الشَّاهِدِ الْحَاضِرُ فَكُلُّ مَاهُوَ حَاضِرُ قَلْبِكَ فَهُوَ شَاهِدُلَكَ

(عبدالکریم بن ہوازن' ابوالقاسم الامام: الرسالہ القشیریہ (مصطفی البابی' مصر) ص ۴۷)

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں اور شاہد کا معنی حاضر ہے جیسے کہ امام قشیری نے فرمایا کہ امام اصفہانی کے مطابق شہادت کا معنی حضور مع المشاہدہ ہے۔ خواہ مشاہدہ سر کی آنکھوں سے ہو یا دل کی بصیرت سے' کہنے دیجئے کہ قرآن پاک کی آیات سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حاضر و ناظر بنایا ہے۔ اس عقیدے کو اپنی نادانی کی بنا پر کوئی شخص نہیں مانتا تو بے شک نہ مانے لیکن اسے شرک قرار دینے کا کوئی قطعاً جواز نہیں ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس کی نسبت سے حاضر و ناظر ہیں؟ اس سے پہلے مستند تفاسیر کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔ امام رازی اور امام خازن نے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے' امام ابوسعود نے فرمایا: جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے جو امام رازی نے بیان کیا کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ ''ہم تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''

(مسلم بن الحجاج القشیری' امام: صحیح مسلم شریف (طبع کراچی) ج ۱' ص ۱۹۹)

مخالفین کہتے ہیں کہ شاہد اور شہید کے الفاظ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وارد

ہوئے ہیں' کیا آپ انہیں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضر و ناظر مانیں گے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر شاہد اپنی شہادت کے دائرہ کار تک حاضر و ناظر رہتا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام امت اور تمام مخلوق کے شاہد ہیں' کوئی ایسا شاہد نہیں پیش کیا جا سکتا جس کی شہادت کا دائرہ اتنا وسیع ہو لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی کو حاضر و ناظر ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۵) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. (الاحزاب: ۳۳'۶)

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

(اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى) اَیْ اَحَقُّ وَاَقْرَبُ اِلَيْهِمْ (مِنْ اَنْفُسِهِمْ) ''نبی ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔''

(محمود آلوسی' علامہ' سید: روح المعانی ج ۲۱' ص ۱۵۱)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

''پیغمبر نزدیک تر است بمومناں از ذات ہائے ایشاں''۔

(عبدالحق محدث دہلوی' شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر) ج ۱ ص ۸۱)

''پیغمبر مومنوں کے زیادہ قریب ہیں ان کی ذوات سے بھی''۔

دیوبندی مکتب فکر کے پہلے امام' محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں۔

''اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے۔ اصل معنی اولیٰ کے اقرب ہیں۔'' (محمد قاسم نانوتوی' آب حیات (مجتبائی' دہلی) ص ۳۲ ب ایضاً: تحذیر الناس' ص ۱۰)

اللہ اکبر! عقیدۂ حاضر و ناظر کی کتنی کھلی تائید اور ترجمانی ہے۔ اب بھی اگر کوئی

شخص نہ مانے تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟

کیا یہ قرب صرف صحابہ کرام سے خاص تھا یا قیامت تک آنے والے تمام مومنوں کو شامل ہے؟ اس سلسلے میں امام بخاری کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ خود کریں۔

مَامِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا النَّاسِ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ — "ہم دنیا اور آخرت میں دوسرے تمام لوگوں کی نسبت ہر مومن کے زیادہ قریب ہیں۔"

(محمد بن اسماعیل البخاری، الامام: صحیح البخاری (مجتبائی، دہلی) ج ۲، ص ۸۰۵)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: ۲۱، ۱۰۷) — "اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لیے۔"

یہ بھی ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ. (المدثر: ۷۴، ۳۱) — "اور تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔"

ان آیات کے پیش نظر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات بے شمار ہیں اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے رحمت ہیں، یہ تعلق سمجھنے کے لیے درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق جو فیض الٰہی وارد ہوتا ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس فیض کا واسطہ ہیں۔ اسی لیے آپ کا نور سب سے اول پیدا کیا گیا۔ حدیث میں

ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں۔ اس سلسلے میں صوفیاء کرام کا کلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے"۔ (محمود آلوسی، العلامہ السید: روح المعانی، ج ۱۷، ص ۱۰۵)

علامہ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) تفسیر عرائس البیان کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"اے دانشور! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا، پھر عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات کو آپ کے نور کی ایک جزء سے پیدا فرمایا: پس آپ کو وجود اور شہود کی طرف بھیجنا ہر موجود کے لیے رحمت ہے۔ لہٰذا آپ کا موجود ہونا مخلوق کا ہونا ہے، اور آپ کا موجود ہونا وجود مخلوق اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے، پس آپ ایسی رحمت ہیں جو سب کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی سمجھا دیا کہ تمام مخلوق قضاء قدرت میں بے روح صورت کی طرح پڑی ہوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی۔ جب حضور اقدس تشریف لائے تو عالم آپ کے وجود مسعود کی بدولت زندہ ہو گیا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوقات کی روح ہیں۔"

(اسماعیل حقی، العلامہ: روح البیان (طبع بیروت) ج ۵، ص ۵۲۸، ب: روز بہان، العلامہ شیخ: عرائس البیان (طبع لکھنو) ج ۲، ص ۵۲)

احادیث مبارکہ

پہلی حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز پڑھے تو کہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ.

''تمام عبادات قولیہ' فعلیہ اور مالیہ اللہ تعالیٰ کے لیے' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام۔ جب تم یہ کلمات کہو گے تو اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان میں رہنے والے ہر نیک بندے کو پہنچیں گے۔''

(محمد بن اسماعیل البخاری' الامام: صحیح البخاری (رشیدیہ' دہلی) ج ۱' ص ۱۱۵)

غور کیجئے کہ نماز پڑھنے والا شرق و غرب' بحر و بر' زمین یا فضا جہاں بھی نماز پڑھے۔ اس کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنی تمام عبادتوں کا ہدیہ بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کے بعد بصیغہ خطاب و نداء' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کرے۔

یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ہمارا سلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا۔ محض خیالی صورت سامنے رکھ کر سلام عرض کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث مذکور کے مطابق جب ہر نیک بندے کو سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہیں پہنچتا؟

اس جگہ سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ روش کلام کے مطابق غائب کا صیغہ السلام علی النبی لانا چاہیے تھا' خطاب کا صیغہ (السلام علیک ایھا النبی) کیوں لایا گیا ہے؟ علامہ طیبی نے جواب دیا کہ ہم ان کلمات طیبہ کی پیروی کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سکھائے۔

دوسرا جواب یہ ہے جسے علامہ بدرالدین عینی علامہ ابن حجر عسقلانی اور دیگر شارحین حدیث نے نقل کیا' حسب ذیل ہے۔

''ارباب معرفت کے طریقے پر کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی تو انہی کی لایموت کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ مناجات کی بدولت ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں' انہیں آگاہ کیا گیا' کہ یہ سعادت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پیروی کی برکت سے ہے۔ اچانک انہوں نے توجہ کی تو پتہ چلا کہ ''اَلْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ'' محبوب کریم' رب کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' کہتے ہوئے آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔''

(محمود بن احمد عینی' بدرالدین علامہ' عمدۃ القاری' (احیاء التراث العربی' بیروت) ج ۲' ص ۱۱۱' احمد بن علی بن حجر عسقلانی' علامہ: فتح الباری (احیاء التراث العربی' بیروت) ج ۲' ص ۲۵۰' محمد بن عبدالباقی زرقانی' علامہ: شرح مواہب لدنیہ' ج ۷' ص ۳۷۷-۷۸' ایضاً: زرقانی علی الموطا (المکتبہ التجاریہ مصر) ج ۱' ص ۱۹۰' محمد بن عبدالحئی لکھنوی' علامہ: السعایہ فی کشف شرح الوقایہ (سہیل اکیڈمی لاہور) ج ۲' ص ۲۲۷)

علامہ عبدالحئی لکھنوی مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرماتے ہیں:

''میرے والد علام اور استاذ جلیل (علامہ عبدالحکیم لکھنوی) اپنے رسالہ ''نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن'' میں فرماتے ہیں کہ التحیات میں صیغہ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) لانے کا راز یہ ہے۔ کہ گویا حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے۔ اس حالت کا کامل طور پر انکشاف نماز کی حالت میں ہوتا ہے لہٰذا محل خطاب ہو گیا''۔

(محمد عبدالحئی لکھنوی' العلامہ: السعایہ (مطبوعہ لاہور) ج ۲' ص ۲۲۸)

دراصل یہ روحانیت کا مسئلہ ہے، جس شخص کا روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو، جسے معرفت کے ساتھ کوئی علاقہ ہی نہ ہو، جو شخص بصیرت سے یکسر محروم ہو، وہ اس مسئلے کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔ اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارے روئے سخن بھی ان کی طرف نہیں ہے، ہمارا تو خطاب ہی ان لوگوں سے ہے جو اولیاء کرام اور انبیاء عظام کی روحانی عظمتوں کو ماننے والے ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تمام احوال و واقعات میں مومنوں کے پیش نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، خصوصاً عبادت کی حالت میں اور (بالخصوص) اس کے آخر میں نورانیت اور انکشاف کا وجود ان احوال میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے۔

بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ رہے۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فیض یاب ہو''۔

(عبدالحق المحدث الدہلوی، اشعۃ اللمعات (مطبوعہ سکھر) ج۱، ص۴۰۱، ب: نورالحق المحدث الدہلوی، تیسیر القاری شرح صحیح البخاری (طبع لکھنو) ج۱، ص۱۷۳-۱۷۲)

لطف کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے امام اور پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے مسک الختام شرح بلوغ المرام ج۱، ص۲۴۴ میں بعینہ یہی عبارت درج کی ہے۔

اس مقام پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر ہم غیر مقلدین سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ عقیدۂ

حاضر و ناظر کی بنا پر بریلویوں کو تم مشرک کہتے ہو، کیا ان کے ساتھ نواب بھوپالی کو بھی زمرۂ مشرکین میں کرو گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اس جگہ مخالفین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ تشہد سے حاضر و ناظر کے عقیدہ پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں یہ التحیات پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد ہم السلام علی النبی پڑھنے لگے۔ اس کا جواب حضرت ملا علی قاری کی زبانی سنئے، وہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ فرمانا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھا کرتے تھے، جب آپ کا وصال مبارک ہوگیا تو ہم اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہتے تھے۔ یہ امام ابوعوانہ کی روایت ہے، امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے شاگرد راوی نے جو کچھ سمجھا وہ بیان کر دیا۔

امام بخاری کی روایت میں ہے: **فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی** جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو ہم نے کہا السلام یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر (لفظ یعنی بتا رہا ہے کہ بعد میں کسی نے وضاحت کی ہے، ۱۲ قادری) اس قول میں دو احتمال ہیں: (۱) یہ کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بصیغہ خطاب سلام کرتے تھے۔ اسی طرح وصال کے بعد کہتے رہے۔ (۲) ہم نے خطاب چھوڑ دیا تھا۔ جب لفظوں میں متعدد احتمال ہیں تو دلالت (قطعی) نہ رہی، اسی طرح علامہ ابن حجر نے فرمایا''۔ (علی بن سلطان محمد القاری، العلامہ: المرقاۃ (طبع ملتان) ج۲، ص۳۳۲)

علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) اپنے والد ماجد علامہ عبدالحلیم لکھنوی کے

حوالے سے اس روایت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"یہ روایت دوسری روایات کے مخالف ہے جن میں یہ کلمات نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی بنا پر نہیں ہے' کیونکہ ابن مسعود نے فرمایا ہم نے کہا: السلام علی۔ (محمد عبدالحئی لکھنوی' علامہ: السعایہ' ج ۲' ص ۲۲۸)

یہی سبب ہے کہ جمہور علماء کرام اور ائمہ اربعہ نے اس طریقے کو اختیار نہیں کیا' بلکہ وہی تشہد پڑھتے رہے ہیں جس میں السلام علیک ایھا النبی ہے۔

دوسرا اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے سلام عرض ہی نہیں کرتے' ہم تو واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کرتے ہوئے یہ کلمات ادا کرتے ہیں اور بس' لہٰذا ہم پر عقیدۂ حاضر و ناظر ماننا لازم نہیں آتا۔

اس اشکال کے کئی جواب ہیں۔

(۱) جس روایت کی بنا پر التحیات کے سلام کو واقعہ معراج کی حکایت کہا جاتا ہے' اسکے بارے میں دیوبندی مکتب فکر کے مولوی انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں کہ
"مجھے اس کی سند نہیں ملی"۔

(محمد انور شاہ کشمیری: عرف الشذی (مکتبہ الرحیمیہ' دیوبند) ص ۱۳۹)

(۲) جب التحیات میں حکایت اور نقل ہی مقصود ہے تو التحیات للہ والصلوات والطیبات بھی بطور حکایت ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے اعراض کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیہ عبادات بھی پیش نہ ہوگا۔ امام احمد رضا قادری نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو' جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

(۳) ابھی بخاری شریف کی حدیث گزری ہے کہ جب تم یہ کلمات کہتے ہو تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ جاتا ہے۔ اب اگر آپ کے قول کے مطابق سلام کہا ہی نہیں گیا' محض واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کی گئی ہے تو ہر بندۂ صالح کو سلام پہنچنے کا کیا مطلب؟ ماننا پڑے گا کہ ہر غازی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور پیش کرتا ہے۔ اسی کو انشاء اسلام کہتے ہیں۔

(۴) ہمارے فقہاء کرام نے تصریح کر دی ہے کہ انشاء اسلام کا ارادہ ہونا چاہیے نہ کہ حکایت کا۔

درمختار میں ہے:

"نمازی تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرے جو ان الفاظ سے مراد ہے اور یہ قصد بطور انشاء ہو' گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر' اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے۔ اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے"۔

(علاؤالدین حصکفی' الامام: الدر المختار (المجتبائی' دہلی ج ۱' ص ۷۷)

دوسری حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں۔

"مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ"

(محمد بن اسماعیل البخاری' الامام: صحیح البخاری (طبع دہلی) ج ۱' ص ۱۸۴-۱۸۳)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

''تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟''

وجہ استدلال یہ ہے کہ ''ہٰذا'' اسم اشارہ ہے اور اسماء اشارہ کا حقیقی استعمال محسوس اشارہ کے لیے ہوتا ہے۔

مولانا جامی کافیہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

''اسماء اشارہ وہ اسماء ہیں جن کی وضع اس چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کی طرف اعضاء اور جوارح کے ساتھ محسوس اشارہ کیا جائے۔ ذلکم اللہ ربکم میں محسوس اشارہ نہیں ہے۔ اس جگہ اسم اشارہ کا استعمال مجازاً ہے۔''

(عبدالرحمٰن الجامی، العلامہ: شرح جامی، (مطبع یوسفی لکھنو) ص ۲۱۱)

علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں: " ذاللقریب" ذا کے ساتھ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل ہو سکے مجاز ساقط اور نا قابل اعتبار ہوگا۔

حدیث میں وارد کلمات ''ھذا الرجل'' سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر والے کے سامنے قریب اور محسوس ہوتے ہیں، کیونکہ ''ھذا'' اسم اشارہ کا حقیقی معنی یہی ہے جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم ذہنی کی طرف اشارہ ہے، انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اس جگہ ایسا قرینہ پایا گیا ہے جو حقیقت کے مراد لینے سے مانع ہے ودونہ خرط القتاد، ہمیں بتایا جائے کہ وہ قرینہ کون سا ہے؟ جبکہ حقیقت کے مراد لینے کے لیے تو کسی قرینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بیک وقت ہزاروں افراد مرتے ہیں اور زیر زمین دفن ہوتے ہیں۔ سب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے اور سب سے یہی سوال ہوتا ہے کہ تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ ایک صاحب کہنے لگے کہ میت

کے سامنے سے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں، اس لیے اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے۔ راقم نے ان سے گزارش کی کہ امتی کے سامنے سے تو عملاً پردے اٹھا دیئے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کون سا مانع ہے کہ آپ کے سامنے سے پردے نہیں اٹھائے جا سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امتی کے سامنے سے پردے اٹھ سکتے ہیں نبی کے سامنے سے نہیں اٹھ سکتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام علامہ علی نورالدین حلبی صاحب سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں۔

''دو فرشتے قبر والے کو کہتے ہیں کہ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ (**ماتقول فی ھذا الرجل؟**) اور اسم اشارہ کا اصل اور حقیقی معنی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا کہ ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذہناً حاضر ہوں تو اس بات کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے تمہیں حقیقت کے چھوڑنے اور مجاز کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم شریف (شخص کریم) کے ساتھ حاضر ہوں''۔ (یوسف بن اسماعیل النبھانی، الامام: جواہر البحار (مصطفیٰ البابی، مصر) ج ۲، ص ۱۱۶)

حضور سید عالم ﷺ کی زیارت

امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ.

''جس نے خواب میں ہماری زیارت کی وہ عنقریب بیداری میں ہماری زیارت کرے گا۔ اور شیطان ہماری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔''

(محمد بن اسماعیل البخاری، الامام: صحیح البخاری (مجتبائی، دہلی) ج ۲، ص ۱۰۳۵)

بیداری میں زیارت سے مراد کیا ہے؟ آخرت میں یا دنیا میں۔ دنیا میں زیارت مراد ہو تو یہ آپ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کو بھی شامل ہے؟ پھر کیا یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے جسے خواب میں زیارت ہوئی یا ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جن میں قابلیت اور سنت کی پیروی پائی جائے؟ اس سلسلے میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں: امام ابو محمد ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے عموم معلوم ہوتا ہے اور جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کے بغیر تخصیص کرتا ہے وہ سینہ زوری کا مرتکب ہے۔

امام جلال الدین سیوطی، امام ابن ابی جمرہ کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدۂ شریفہ پورا کرنے کے لیے خواب میں دیدار سے مشرف ہونے والوں کو بیداری میں دولت دیدار عطا کی جاتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو۔

عوام الناس کو یہ دولت گراں مایہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ حضرات جو پابند سنت ہوں انہیں ان کی کوشش اور سنت کی حفاظت کے مطابق زندگی بھر بکثرت یا کبھی کبھی زیارت حاصل ہوتی ہے، سنت مطہرہ کی خلاف ورزی اس سلسلے میں بڑی رکاوٹ ہے۔''

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲، ص ۲۵۶)

امام مسلم حضرت عمران بن حصین، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلام کہا جاتا تھا۔ میں نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا تو یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اور جب یہ عمل ترک کیا تو سلام کا سلسلہ پھر جاری ہوگیا۔ علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں فرمایا: فرشتے انہیں سلام کہتے تھے جب انہوں نے بیماری کی وجہ سے گرم لوہے سے علاج کیا تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا کیونکہ گرم لوہے سے داغ لانا توکل، تسلیم، صبر اور اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرنے کے خلاف ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ داغ لگانا ناجائز ہے، ہاں! یہ توکل کے خلاف ہے جو اسباب کے اختیار کرنے کے مقابلے میں بلند درجہ ہے۔

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲، ص ۲۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی خلاف ورزی برکات و کرامات کے حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

امام قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) چند احادیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''مجموعی طور پر ان احادیث کے پیش نظر یہ بات یقینی ہے کہ انبیاء کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کردیئے گئے ہیں۔ اور ہم ان کا ادراک نہیں کرتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں، یہی حال فرشتوں کا ہے کیونکہ وہ زندہ اور موجود ہیں لیکن ہم میں سے کوئی انہیں نہیں دیکھتا، سوائے اولیاء کرام کے جنہیں اللہ تعالیٰ اس کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔'' (محمد بن احمد القرطبی، الامام: التذکرہ (المکتبۃ التجاریہ) ص ۱۹۱)

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار صفت معلومہ کے ساتھ ہو تو یہ حقیقی ادراک ہے اور اگر اس سے مختلف صفت کے ساتھ ہو تو یہ مثال کا ادراک ہے (علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ بہت عمدہ بات ہے) آپ کی ذات اقدس کا روح اور جسم کے ساتھ دیدار محال نہیں

ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام زندہ ہیں۔ وصال کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئی ہیں۔ انہیں قبروں سے نکلنے اور علوی' اور سفلی جہان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے"۔ (عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی' امام: الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲ ص ۲۶۳)

جو لوگ اس دنیا میں ہیں وہ عالم ملک اور عالم شہادت میں ہیں اور جو اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں وہ عالم غیب اور عالم ملکوت میں ہیں۔ جانے والے ہمیں دکھائی دے سکتے ہیں نہیں؟

اس سلسلے میں حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں:

"انہیں ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے' انہیں ایک دوسری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے جو ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے۔ لیکن انسان نے اس پر شہوات نفسانیہ اور دنیاوی مشاغل کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ جب تک دل کی آنکھ سے یہ پردہ دور نہیں ہوتا' اس وقت تک عالم ملکوت کی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔ چونکہ انبیاء کرام کی آنکھوں سے یہ پردہ دور ہوتا ہے' اس لیے انہوں نے ضرور عالم ملکوت اور اس کے عجائب کا مشاہدہ کیا ہے مردے عالم ملکوت میں ہیں ان کا بھی مشاہدہ کیا اور خبر دی...... ایسا مشاہدہ صرف انبیائے کرام کے لیے ہو سکتا ہے ان اولیاء کرام کے لیے جن کا درجہ انبیاء کرام کے قریب ہے۔"

(محمد بن محمد غزالی' امام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ بیروت) ج ۴' ص ۵۰۴)

بہت سے خوش قسمت حضرات کو خواب میں یا بیداری میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہوئی۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

خواب میں زیارت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے خواب میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا حال ہے؟ (کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے) میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم روزہ کی حالت میں بوسہ نہیں لیتے؟ عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں روزے کی حالت میں کسی عورت کا بوسہ نہیں لوں گا۔

(محمد بن محمد غزالی' امام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ' بیروت) ج ۴ ص ۵۰۶)

ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی) نے مادہ کے سال (۱۸ھ) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر خشک سالی کی شکایت کی۔ انہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے حکم دیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کو لے کر آبادی سے نکلو اور بارش کی دعا مانگو۔

(احمد بن تیمیہ' علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (طبع لاہور) ص ۳۷۳)

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی یعنی خواب میں' آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بال گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرمایا ہم ابھی حسین کی شہادت پر حاضر ہوئے تھے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت فرمایا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(محمد بن عبداللہ الخطیب' امام: مشکوۃ المصابیح (طبع کراچی) ص ۵۷۰)

بیداری میں زیارت

امام عماد الدین اسماعیل بن ہبۃ اللہ' اپنی تصنیف مزیل الشبہات فی اثبات

الکرامات میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاصرہ کے دنوں میں فرمایا: مجھے اس کھڑکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' فرمایا: ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ عرض کی! جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاس میں مبتلا کر دیا ہے؟ عرض کی جی ہاں! آپ نے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا' میں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ یہاں تک کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا: اگر چاہو تو ان کے خلاف تمہیں مدد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو۔ میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ اسی دن شہید کر دیئے گئے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ امام حارث بن اسامہ نے یہ حدیث اپنی مسند میں اور دیگر ائمہ نے بھی بیان کی ہے۔ امام عمادالدین نے اسے بیداری کا واقعہ قرار دیا ہے۔

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی' الامام: الحاوی للفتاویٰ' ج ۲' ص ۲۶۲)

امام ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ (میرا گمان ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں' سیوطی) کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' انہیں یہ حدیث یاد آئی (کہ جسے خواب میں زیارت ہوئی وہ بیداری میں بھی زیارت کرے گا) اور اس بارے میں غور و فکر کرتے رہے۔ پھر ایک ام المومنین (میرا گمان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲ سیوطی) کے پاس حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔ ام المومنین نے انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ لا کر دکھایا۔ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے آئینہ دیکھا تو مجھے اپنی صورت نہیں' بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ دکھائی دی۔

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی' الامام: الحاوی للفتاویٰ' ج ۲' ص ۲۵۶)

شیخ سراج الدین بن ملقن' طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا: مجھے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا ابا جان! میں عجمی ہوں' فصحائے بغداد کے سامنے گفتگو کیسے کروں؟ فرمایا: منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے سات مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا اور حکم فرمایا کہ لوگوں سے خطاب کرو۔ اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دو۔ میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ مخلوق خدا بڑی تعداد میں حاضر تھی۔ مجھ پر اضطراب طاری ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں بیٹے: خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا کیسے خطاب کروں؟ میری طبیعت پر تو ہیجان طاری ہے۔ فرمایا: منہ کھولو تو میں نے منہ کھولا' آپ نے مجھے چھ مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے سات کی تعداد کیوں نہیں پوری کی؟ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیش نظر۔

(محمود آلوسی' سید علامہ: روح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۲' ص ۳۵)

طبقات الاولیاء میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

انہیں خواب اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت ہوتی تھی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے اکثر افعال خواب یا بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے گئے تھے۔ ایک رات انہیں سترہ مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان ہی مواقع میں سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''خلیفہ ہم سے تنگ نہ ہو بہت سے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔'' (محمود آلوسی' سید علامہ: روح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۲' ص ۳۵۔۳۶)

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ لطائف المنن میں فرماتے ہیں: ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے عرض کیا: جناب آپ اپنے ہاتھ کے ساتھ مجھ سے مصافحہ فرمائیں، کیونکہ آپ نے بہت سے شہر دیکھے ہیں اور بہت سے اللہ والوں سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔

شیخ ابوالعباس مرسی نے فرمایا:

"اگر ایک لمحہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں"۔ (محمود آلوسی، السید: روح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۲، ص ۳۵)

علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

"ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی ملاقات ہو، اور یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین کو بیداری میں آپ کی زیارت حاصل ہوئی اور انہوں نے استفادہ کیا"۔

(محمود آلوسی، السید: روح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۲، ص ۳۵)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی حج کرنے گئے تو حجرہ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ كُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ
وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ
يَمِيْنَكَ كَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا۔ وہ میری نیابت میں زمین بوسی کیا کرتی تھی اور یہ جسمانی دولت ہے۔ میں جسمانی طور پر حاضر ہوں آپ ہاتھ بڑھائیں، تاکہ میرے ہونٹ اس سے فیض یاب ہوں۔

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۶۱)

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

"یہ حالت ایک مدت تک رہی۔ پھر اتفاقاً ایک ولی کے مزار شریف کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ اس معاملے میں اس صاحب مزار بزرگ کو میں نے اپنا مددگار بنایا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوگئی اور معاملے کی حقیقت منکشف کردی۔ حضرت خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور رونق افروز ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی دی۔"

(احمد السرہندی، الامام الربانی: مکتوبات (باللغۃ الفارسیہ) الدفتر الاول، مکتوب ۲۲۰)

ایک دوسرا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اتفاقاً آج صبح حلقہ مراقبہ کے دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف لائے اور اس روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ہم روحیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ وہ اجسام کی صورت میں متشکل ہو کر جسمانی حرکات و سکنات اور عبادات ادا کرتی ہیں جو اجسام ادا کیا کرتے ہیں"۔

(احمد سرہندی' امام ربانی: مکتوبات (امام ربانی فارسی) رؤف اکیڈمی لاہور' ا لدفتر الاول' مکتوب ۲۸۲)

دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الحدیث محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ممکن ہے جسے اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا فرمائے جیسے کہ علامہ سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انہیں بائیس مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے کئی حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا اور آپ کے صحیح قرار دینے پر ان احادیث کو صحیح قرار دیا۔ (محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ الجازی' قاہرہ) ج ا' ص ۲۰۴)

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے بھی لکھا ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری شریف پڑھی۔ ان کے نام بھی گنوائے۔ ان میں سے ایک حنفی تھا۔ انہوں نے وہ دعا بھی لکھی جو ختم بخاری کے موقع پر فرمائی۔

مولوی انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

فَالرُّؤْيَةُ مُتَحَقِّقَةٌ وَإِنْكَارُهَا جَهْلٌ   "بحالت بیداری زیارت زیادہ متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔"

(محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ الحجازی' قاہرہ) ج ا' ص ۲۰۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو آپ کی روح انور کو ظاہر وعیاں دیکھا۔ فقط عالم ارواح میں نہیں بلکہ حواس کے قریب عالم مثال میں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو نمازوں میں نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے اور لوگوں کی امامت کرانے کا ذکر کرتے ہیں اس کی بنیاد یہی دقیقہ ہے۔"

(ولی اللہ محدث دہلوی' الشاہ: فیوض الحرمین (محمد سعید کمپنی' کراچی) ص ۸۲)

محدث دہلوی مزید فرماتے ہیں:

پھر میں روضہ عالیہ مقدسہ کی طرف چند بار متوجہ ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لطافت کے بعد دوسری لطافت میں ظہور فرمایا' کبھی محض عظمت و ہیبت کی صورت میں اور کبھی جذب' محبت ' انس اور انشراح کی صورت میں اور کبھی سریان کی صورت میں' یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے اور روح مبارک فضا میں تیز ہوا کی طرح موجزن ہے"۔

(ولی اللہ محدث دہلوی' الشاہ: فیوض الحرمین (محمد سعید کمپنی' کراچی) ص ۸۳)

امام احمد رضا بریلوی دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گئے تو روضہ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے رہے اور یہ آرزو دل میں لیے حاضر رہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں گے اور بیداری کی حالت میں شرف زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ پہلی رات آرزو پوری نہ ہوئی تو بے قراری کے عالم میں ایک نعت لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ عالیہ میں عرض کر کے باادب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی، اور سر کی آنکھوں سے بحالت بیداری رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(محمد ظفر الدین بہاری، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت (مکتبہ رضویہ، کراچی) ص ۴۴)

راقم کے مرشد گرامی حضرت شیخ المشائخ اخندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی مدظلہ العالی نے بیان کیا کہ ساڑھے تین سال تک ہر محفل ذکر میں مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہی۔

علامہ جلال الدین سیوطی، رسالہ مبارکہ 'تنویر الملک فی امکان رویۃ النبی والملک'، میں متعدد احادیث اور آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ان نقول اور احادیث کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں، اور اطراف اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں، تصرف اور سیر فرماتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت مقدسہ میں جس پر وصال سے پہلے تھے۔ آپ کی کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی۔

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں، جس طرح فرشتے غائب کر دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اعزاز عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب دور کر دیتا ہے اور وہ بندہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس پر آپ واقع میں ہیں۔ اس دیدار سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، اور مثال کے دیدار کی تخصیص کا بھی کوئی امر داعی نہیں ہے''۔

(عبد الرحمٰن بن ابی بکر، السیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۶)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی نے بھی یہ عبارت لفظ بلفظ نقل کی ہے۔

(محمود آلوسی، علامہ سید، روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۷، ۳۶)

شخص واحد متعدد مقامات میں

ایک شخص کا متعدد مقامات میں دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ بالفعل واقع ہے، اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) درمیان کے پردے اٹھا دیئے جائیں اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔

(۲) ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہے اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں جیسے ٹی وی میں ہوتا ہے۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لیے ٹی وی بہت معاون ہو سکتا ہے، بلکہ اب تو ایسا ٹیلیفون آ گیا ہے کہ آپس میں گفتگو بھی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے جو چیز آلات کے ذریعہ سے واقع ہو رہی ہو، کیا وہ اللہ کی قدرت میں نہیں ہوگی؟ یقیناً ہوگی۔ تو استبعاد کیوں؟

(۳) اللہ تعالیٰ شخص واحد کے لیے متعدد اجسام مثالیہ مسخر فرما دیتا ہے۔ ان میں متصرف اور انہیں کنٹرول کرنے والی ایک ہی روح ہوتی ہے۔ اس سے وہ تکثر جزئی لازم نہیں آئے گا جسے مناطقہ محال کہتے ہیں کیونکہ وحدت اور تعداد کا مدار روح پر ہے۔ جب روح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا چاہے اجسام مختلف ہی ہوں۔

سب سے پہلے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بطور خرق عادت ایک شخص کے متعدد اجسام ہو سکتے ہیں۔

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی۔ قضاء الٰہی سے ان کا بیٹا فوت ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا:

اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّاتَاتِیَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهٗ یَنْتَظِرُکَ

"کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے پر بھی جاؤ اپنے بیٹے کو وہاں انتظار کرتے پاؤ۔"

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے؟ فرمایا: تم سب کے لیے ہے۔

(محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکوۃ المصابیح (طبع، دہلی) ص ۱۵۲)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت، کتب اجسام متعدد ہوتے ہیں کیونکہ صحابی کا بیٹا جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا"۔ (علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان) ج ۴، ص ۱۰۹)

حضرت عمرو بن دینار جلیل القدر تابعی اور محدثین کے امام ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ امام شعبہ، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری ایسے عظیم محدث ان کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"جب گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو کہو " السلام علی النبی ورحمة الله وبركاته "

حضرت ملا علی قاری اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور، مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے"۔

علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

"انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں تو کبھی اپنے بدنوں سے جدا ہو کر اپنے بدنوں کی صورتوں یا دوسری صورتوں میں ظاہر ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح کہ وہ کبھی حضرت دحیہ کلبی یا بعض اعراب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جاتی اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے، جس کی بنا پر روحوں کے افعال ان جسموں سے صادر ہوتے ہیں۔

جیسے بعض اولیاء قدس اسرارہم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات میں دیکھے جاتے ہیں اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی روحیں اعلیٰ درجے کا تجرد اور تقدس حاصل کر لیتی ہیں، لہٰذا وہ خود ایک شکل کے ساتھ ایک جگہ ظاہر ہوتی ہیں اور ان کا اصلی بدن دوسری جگہ ہوتا ہے"۔

لَا تَقُلْ دَارُهَا بِشَرْقِیِّ نَجْدٍ
كُلُّ نَجْدٍ لِلْعَامِرِيَّةِ دَارٌ

تم یہ نہ کہو کہ محبوبہ کا گھر نجد کے مشرقی حصے میں ہے، بلکہ تمام نجد (محبوبہ) عامریہ کا گھر ہے۔

(محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۳، ص ۱۴)

علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی میں مزید فرماتے ہیں:

"یہ امر اکابر صوفیہ کے نزدیک ثابت اور مشہور ہے اور طی مسافت سے الگ چیز ہے جو شخص ان دونوں کمالوں (طی مسافت اور متعدد مقامات پر موجود ہونے) کا انکار کرتا ہے، اس کا انکار ایسی سینہ زوری ہے جو کسی جاہل یا معاند ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے"۔

علامہ تفتازانی نے ابن مقاتل ایسے بعض فقہاء اہلسنت پر تعجب کا اظہار کیا ہے جنہوں نے اس شخص پر کفر کا حکم لگایا جو اس روایت کو مانتا ہے کہ لوگوں نے حضرت ابراہیم

بن ادھم کو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن مکہ مکرمہ میں بھی دیکھے گئے۔ انہوں نے کفر کا یہ فتویٰ اس گمان کی بنا پر دیا کہ بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہونا بڑے معجزات کی جنس سے ہے اور اسے بطور کرامت ولی کے لیے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ اہم اہل سنت کے نزدیک نبی کا ہر معجزہ ولی کے لیے بطور کرامت ولی کے لیے ثابت ہو سکتا ہے' سوائے اس معجزہ کے جس کے بارے میں دلیل سے ثابت ہو جائے کہ وہ ولی سے صادر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً قرآن پاک کی کسی سورۃ کی مثل کا لانا۔ (محمود آلوسی' علامہ سید: روح المعانی' ج ۲۳' ص ۱۴)

متعدد محققین نے بعد از وصال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کے متمثل ہو کر ظاہر ہونے کو ثابت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت متعدد مقامات پر زیارت کی جاتی ہے' باوجودیکہ آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی آسمانوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ساتھ ملاقات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

''ان انبیاء کی قبریں زمین میں ہیں اور کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ انہیں زمین سے آسمانوں پر منتقل کر دیا گیا تھا''۔ کہنا پڑیگا کہ انبیاء کرام علیہم علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی جلوہ فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ فرما تھے۔

ائمہ مجتہدین کے ارشادات

یہ مسئلہ از قبیل واردات و مشاہدات ہے' یا تو انسان خود روحانیت کے اس مقام پر فائز ہو کر انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی زیارت سے بہرہ ور ہو یا پھر شریعت و طریقت

کے جامع علماء دین کے بیانات کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ ایسا شخص جسے خود دکھائی نہ دیتا ہو اور بینائی والوں کی بات ماننے کے لیے بھی تیار نہ ہو' اسے کھلی آنکھوں سے نظر آنے والے سورج کے وجود سے بھی قائل نہیں کیا جا سکتا۔

آیئے دیکھیں کہ مستند علمائے امت اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں۔

حضرت امام بیہقی فرماتے ہیں:

''انبیائے کرام کا مختلف اوقات میں متعدد مقامات میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے' جیسے کہ اس بارے میں خبر صادق وارد ہے''۔ (علی بن سلطان محمد القاری' علامہ: مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ ملتان) ج ۳' ص ۲۴۱)

امام حجۃ الاسلام غزالی فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ ارواح صحابہ کے ساتھ جہان کے جس حصے میں چاہیں تشریف لے جائیں''۔ (محمد بن اسماعیل حقی' علامہ: روح البیان' ج ۱۰ ص ۹۹)

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں کہ اہل بدعت و ہوا جو کرامات کا انکار کرتے ہیں تو یہ کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ انہوں نے نہ تو خود اپنی ذات سے کرامات کا صدور دیکھا اور نہ ہی اپنے مقتداؤں سے کرامت نام کی کوئی چیز صادر ہوتے ہوئے دیکھی۔ جن کا گمان یہ ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں حالانکہ انہوں نے عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے میں بڑی کوشش کی۔ چنانچہ یہ لوگ اصحاب کرامات اولیاء اللہ پر نکتہ چینی میں مصروف ہوئے۔ ان کی کھال ادھیڑ دی اور ان کے گوشت چبائے۔ انہیں جاہل صوفیاء کا نام دیا اور انہیں بد قسمتی قرار دیتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"تعجب تو بعض اہل سنت فقہاء سے ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارے میں مروی ہے کہ لوگوں نے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو انہیں بصرہ میں دیکھا' اور اسی دن انہیں مکہ مکرمہ میں دیکھا گیا۔ ان بعض سنی فقہاء نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھے کافر ہے اور انصاف وہ ہے جو امام نسفی نے بیان کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے' کیا اس طرح کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا: اہلسنت کے نزدیک بطور کرامت' خلاف عادت کا واقع ہونا جائز ہے۔

(مسعود بن عمر التفتازانی: شرح المقاصد (طبع لاہور) ج ۲' ص ۲۰۴)

یعنی اسی طرح ایک شخص کا دو جگہ ہونا بھی بطور کرامت جائز ہے"۔

یہی بات علامہ محمود بن اسرائیل الشہیر بابن قاضی سماونہ نے فرمائی' وہ فرماتے ہیں:

"ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر اور جاہل نہیں کہنا چاہیے' کیونکہ یہ کرامت ہے معجزہ نہیں' معجزہ میں چیلنج ضروری ہے' اس جگہ چیلنج نہیں ہے' لہٰذا معجزہ بھی نہیں ہے۔ اہل سنت کے نزدیک کرامت جائز ہے"۔

(محمود بن اسرائیل' القاضی: جامع الفصولین (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) ج ۲' ص ۲۳۲)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

"اولیائے کرام سے بعید نہیں ہے کہ ان کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے کہ انہیں متعدد اجسام حاصل ہوئے ہیں' لوگوں نے ان اجسام کو ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا ہے"۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

"معراج کے فوائد میں سے ایک فوائد یہ بھی ہے کہ ایک جسم (شخص) ایک آن میں دو جگہ حاضر ہر گیا جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد آدم کے نیک بخت افراد

میں خود اپنی ذات اقدس کو بھی بلاحظہ فرمایا۔ جب آپ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوئے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے ساتھ جمع ہوئے۔ بیشک وہ انبیاء کرام زمین پر اپنی قبروں میں بھی تشریف فرما ہیں اور آسمانوں پر بھی جلوہ افروز ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا کہ ہم نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو دیکھا' یہ نہیں فرمایا: کہ ہم نے آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور مراجعت فرمائی۔ حالانکہ وہ بعینہ زمین پر اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جیسے کہ (مسلم شریف) کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔

پس اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ایک جسم دو مکانوں میں نہیں ہوسکتا' اس حدیث پر تیرا ایمان کس طرح ہوسکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہیے' اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر' کیونکہ علم تجھے روکتا ہے' تجھے حقیقت حال کا علم نہیں ہے' حقیقتاً یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

تم یہ تاویل بھی نہیں کرسکتے کہ جو انبیاء کرام زمین میں ہیں وہ انبیاء کے مغائر ہیں جو آسمان میں ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' اسی طرح دوسرے انبیاء کرام جنہیں آپ نے آسمانوں میں دیکھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں جھوٹ ہوگا" نعوذ باللہ من ذالک

(عبدالوہاب الشعرانی: الیواقیت والجواہر (طبع مصر) ج ۲' ص ۳۶)

امام شعرانی مزید فرماتے ہیں:

"پھر معترض اولیاء کرام کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا منکر ہے' حالانکہ

حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ جن صورتوں سے چاہتے تھے موصوف ہو کر مختلف مقامات پر فائز ہوتے تھے۔ اور جس صورت میں آپ کو پکارا جاتا تھا جواب دیتے تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں۔

"جسے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے جو تجرد اور تقدس میں تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس طرح کہ وہ روح مبارک ایسی صورت کے ساتھ متصف اور ظاہر ہوئی جسے اس رویت کے ساتھ دیکھا گیا ہے، جب کہ اس روح انور کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسم مبارک کے ساتھ بھی برقرار ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے، جیسے کہ بعض محققین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی یا کسی دوسرے شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ (بیک وقت دونوں جگہ موجود تھے) یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور کوئی چیز اس امر سے مانع نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی اجسام بے شمار ہو جائیں اور روح مقدس کا ہر ایک کے ساتھ تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں اور تحائف ان میں سے ہر جسم کے لیے، اور یہ تعلق ایسا ہی ہے جیسے ایک روح کا ایک جسم کے اجزاء سے ہوتا ہے۔

(محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

اس بیان سے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو شیخ صفی الدین منصور اور شیخ عبد الغفار نے حضرت شیخ ابو العباس طنجی سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آسمان، زمین اور عرش و کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا۔

نیز اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد لوگ دور دراز مقامات پر ایک ہی وقت میں رسول اللہ علیہ وسلم کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ اس بیان کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی جس کی طرف بعض بزرگوں نے اشارہ کیا ہے، اس سے اس دیدار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

كَالشَّمْسِ فِيْ كَبِدِ السَّمَآءِ وَضَوْءُهَا
يُغْشِي الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَّمَغَارِبًا

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے وسط میں پائے جانے والے سورج کی طرح ہیں جس کی روشنی مشرق اور مغرب کے شہروں کو ڈھانپ رہی ہے)۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں۔

"جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟۔

اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف اجسام کی صورت میں مجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے، اس کے باوجود ایک جماعت مکہ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس بزرگ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے، اور ان سے یہ باتیں ہوئی ہیں۔ ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انہیں روم میں دیکھا ہے تیسری جماعت نے انہیں بغداد میں دیکھا۔

یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔
بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو ان تشکلات کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں۔ بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی اطلاع نہیں ہوتی۔ یہ بھی دراصل ان بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات' خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب آپ کی صفات اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔

اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں' اور پیران کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔" (احمد سرہندی' امام الربانی: مکتوبات شریف فارسی (طبع لاہور) جلد دوم' جزء ۷' ص ۲۷)

امام علامہ شیخ علی نورالدین حلبی (م ۱۰۴۴ھ) صاحب سیرت حلبیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

تَعْرِيْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوْا مِنْهُ مَكَانٌ وَّلَا زَمَانٌ	"اہل اسلام کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔"

ہر جگہ آپ کی جلوہ گری ہے...... یہ رسالہ امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی

نے جواہر البحار کی دوسری جلد (ص ۱۱۱ سے ۱۲۵) تک نقل کر دیا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو علماء دیوبند کے بھی پیر و مرشد ہیں' فرماتے ہیں:

"البتہ! وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے' اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں' کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے' پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات سے بعید نہیں"۔ (محمد امداد اللہ' المہاجر المکی: شمائم امدادیہ (طبع' لکھنو) ص ۹۳)

یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی مصدقہ ہے۔

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنی معرکتہ الاراء تصنیف الذخائر المحمدیہ میں فرماتے ہیں۔

"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ہر مکان میں حاضر ہے۔ آپ کی روحانیت خیر اور فضیلت کے مقامات اور محفلوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح بحیثیت روح کے برزخ میں مقید نہیں ہے' بلکہ آزاد ہے اور ملکوت الٰہی میں سیر کرتی ہے...... برزخ میں روح کے آزاد ہونے اور سیر کرنے کی دلیل' حدیث صحیح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: مومن کی روح ایک پرندے پر ہے جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے' یہ حدیث امام مالک نے روایت کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح' تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے' اس لیے حاضر اور شاہد ہونے میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے"۔ (محمد بن علوی المالکی المکی: الذخائر المحمدیہ (طبع قاہرہ) ص ۲۵۹)

غیر مقلدین کے امام نواب وحید الزمان' صحاح ستہ کے مترجم کہتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ بیان سابق سے وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جسے کم فہم لوگ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کر کے ان کی روحوں سے فیض و برکات'

دل کی ٹھنڈک انوار کس طرح حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ جبکہ ان کی روح اعلیٰ علیین میں ہیں۔

جواب یہ ہے کہ روح از قبیل اجسام نہیں ہے' اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے۔ (بخلاف روح کے کہ وہ دو مکانوں میں موجود ہو سکتی ہے) اور اگر مان لیا جائے کہ روح ایک ہی مکان میں موجود ہو سکتی ہے تو اس کی تیز رفتاری کی بنا پر اس کے لیے آسمان کی طرف چڑھنا پھر وہاں سے اترنا اور زائر کی طرف متوجہ ہونا پلک جھپکنے کی بات ہے"۔

(وحید الزمان' النواب' ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص ۶۳)

دو سطروں کے بعد انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ

"روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ایک وقت میں دو جگہ پر موجود ہو سکتی ہے"۔

"البریلویت" کے مصنف کی قساوت اور غلط بیانی

گزشتہ صفحات میں قرآن وحدیث اور ارشادات ائمہ کی روشنی میں مسئلہ حاضر و ناظر مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے' اگر زحمت نہ ہو تو ان ائمہ کرام کے اسماء مبارکہ پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر' امام المحدثین حضرت عمرو بن دینار' امام بیہقی' امام غزالی' امام رازی' امام قرطبی' امام علاء الدین خازن' امام ابن الحاج' امام راغب اصفہانی' علامہ بدر الدین عینی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی' امام جلال الدین سیوطی' امام ربانی مجدد الف ثانی' حضرت ملا علی قاری' امام عبد الوہاب شعرانی' علامہ سید محمود آلوسی بغدادی' علامہ اسماعیل حقی' شیخ نور الدین حلبی' شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' شاہ عبد العزیز محدث دہلوی' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' علامہ عبد الحئی لکھنوی'

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی وغیرہم۔

ایک طرف ان حضرات کے اسماء پیش نظر رکھئے اور دوسری طرف شقاوت قلبی کا یہ مظاہرہ بھی دیکھئے ظہیر لکھتے ہیں:

"یہ عقائد ہیں خرافات اور بدعت میں مبتلا مشرکوں کے جنہیں پاک و ہند کے علاوہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں شیطان نے گمراہ اور اغواء کیا ہے"۔ (احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ' ص ۱۱۲)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ غیر مقلدین' بریلویت کی آڑ لے کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کے مسلم اور مقتدر ائمہ کرام کو اہل بدعت اور مشرک قرار دیتے ہیں۔ ان سے کوئی شخص اتنا ہی پوچھ لے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو تو تم بھی امام مانتے ہو' کیا انہیں بھی مشرکین کی فہرست میں شامل کرو گے؟ نیز کیا نواب صدیق حسن خان کو بھی مشرکین کی صف میں کھڑا کرو گے؟ جو یہ کہتے ہیں:

"بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ) اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں"۔

(صدیق حسن بھوپالی: مسک الختام شرح بلوغ المرام (طبع کانپور) ج ۱' ص ۲۴۴)

نواب وحید الزمان کے بارے میں کیا کہو گے؟ جو کہتے ہیں:

"روح از قبیل اجسام نہیں ہے اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے"۔ (وحید الزمان: نواب: ہدیۃ المہدی' ص ۶۳)

کیا اس عبارت کا صاف مطلب یہ نہیں ہے؟ کہ روح ایک سے زائد جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے؟ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟

بریلوی اہلسنت کا علامتی نشان

احسان الٰہی ظہیر کے فتووں اور سب وشتم کا تمام تر رخ علماء و اہلسنت و جماعت کی طرف ہے۔ البتہ مصلحت کے پیش نظر وہ انہیں بریلوی کا نام دیتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں اہلسنت و جماعت کے وہ ارشادات پیش کیے جاتے ہیں جنہیں احسان الٰہی ظہیر صاحب نے بریلویوں کے کھاتے میں ڈال دیا ہے' اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اہل سنت اور بریلوی کو ایک دوسرے کا مترادف سمجھتے ہیں۔

(۱) امام علامہ شیخ علی نورالدین حلبی (م ۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کے نام کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"اہل اسلام و ایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے"۔ (جواہر البحار' جلد دوم (عربی) ص ۱۱۱۔۱۲۵)

(۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو انہیں کشف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ان کا بیان ہے۔ "یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے"۔ (ولی اللہ محدث دہلوی' الشاہ: فیوض الحرمین' ص ۸۳)

(۳) علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد و حساب' مثالی اجسام بن جائیں"۔ (محمود آلوسی' علامہ سید' روح المعانی' ج ۲۲' ص ۳۵)

(۴) حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"اولیائے کرام سے بعید نہیں ہے' ان کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے اور انہیں متعدد (مثالی) اجسام حاصل ہیں' جنہیں ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا گیا ہے۔"

(علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ الفاتیح (طبع ملتان) ج ۴' ص ۳۱)

(۵) حضرت عمرو بن دینار کا ارشاد ہے کہ جب آدمی خالی گھر میں داخل ہو تو کہے السلام علی النبی ۔ حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں بیان کرتے ہیں۔ "اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے"۔

(علی بن سلطان محمد القاری: شرح الشفاء (طبع مدینہ منورہ) ج ۳' ص ۴۶۴)

(۶) امام علامہ جلال الدین سیوطی' رسالہ مبارکہ "انباء الاذکیاء" میں فرماتے ہیں کہ عالم برزخ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ مصروفیات اس طرح کی ہیں:

"اپنی امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ان کے گناہوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں' ان کی مصیبتوں کے دور ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ زمین کے اطراف میں برکت عطا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ امت کے ولی کے فوت ہونے پر اس کے جنازہ پر تشریف لے جاتے ہیں۔ برزخ میں آپ کی بعض مصروفیات یہ ہیں جیسے کہ اس سلسلے میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔"

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی' امام علامہ: الحاوی للفتاوی' ج ۲' ص ۱۵۳)

(۷) حضرت علامہ اسماعیل حقی مفسر فرماتے ہیں:

"آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی...... آپ نے ان کی پیدائش' اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا"

(محمد بن اسماعیل حقی' امام علامہ: روح البیان (طبع بیروت) ج ۹' ص ۱۸)

یہ پوری عبارت گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔

(۸) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس امت کے بہت سے کاملین کو بیداری میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے آپ سے استفادہ کیا"۔

(محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۱۳۵)

(۹) امام علامہ جلال الدین سیوطی، پھر علامہ سید محمود آلوسی اور علامہ عمر بن سعید الفوتی الطوری فرماتے ہیں:

"ان نقول اور احادیث کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں تصرف اور سیر فرماتے ہیں"۔ (پوری عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے ۱۲ قادری)

(عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام: الحاوی الفتاوی، ج ۲، ص ۲۶۵ (ب) محمود آلوسی، السید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۷ (ج) عمر بن سعید الفوتی: رماح حزب الرحیم (بیروت) ج ۱، ص ۲۳۰)

(۱۰) امام ابن الحاج، پھر امام قسطلانی فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیات مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں"

(ابن الحاج، الامام: المدخل (طبع بیروت) ج ۱، ص ۲۵۲ (ب) احمد بن محمد القسطلانی، مواہب لدنیہ مع الزرقانی (طبع مصر) ۱۲۹۲ھ، ج ۸، ص ۳۴۸)

(۱۱) امام غزالی فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارواح صحابہ سمیت تمام عالم میں سیر کرنے کا اختیار ہے۔ بہت سے اولیاء کرام نے آپ کی زیارت کی ہے"۔ (اسماعیل حقی، علامہ: روح البیان، ج ۱۰، ص ۹۹)

ایک مغالطہ!

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نظریہ حاضر و ناظر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور خاص جسم اقدس کے اعتبار سے نہیں، بلکہ نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہے۔ احسان الٰہی ظہیر نے اس نکتے کو نہیں سمجھا اور یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تھے اور صحابہ کرام مسجد میں آپ کا انتظار کیا کرتے تھے اسی طرح فلاں جگہ ہوتے تھے اور فلاں جگہ نہیں ہوتے تھے، وغیر ذالک۔

(احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ: ص ۱۱۱)

اسی طرح اس نظریے کو قرآن پاک کے مخالف قرار دیتے ہوئے متعدد آیات پیش کی ہیں...... مثلاً ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ — "اور آپ طور کے کنارے پر نہ تھے۔"

(القصص: ۲۸، ۴۵)

اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ خاص جسم اقدس کے اعتبار سے تھا ورنہ آپ کی روحانیت ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

مشہور مفسر علامہ احمد بن محمد صاوی (م ۱۲۴۱ھ) اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

"یہ دشمن پر حجت قائم کرنے کے لیے عالم جسمانی کے پیش نظر ہے۔ روحانی عالم کے اعتبار سے تو آپ ہر رسول کی رسالت کے لیے اور جو کچھ آدم علیہ السلام سے لے کر

آپ کے جسم شریف کے ظاہر ہونے تک میں واقع ہوا سب کے لیے حاضر ہیں، لیکن اہل عناد سے یہ بات نہیں کی جائے گی۔"

(احمد بن محمد الصاوی المالکی: الصاوی علی الجلالین (مصر) ج ۳، ص ۲۰۶)

امام احمد رضا سنی، حنفی، قادری فرماتے ہیں:

"جو شخص ایسے مسئلہ کو جو قرآن و حدیث صحیح و ارشادات علماء سے ثابت ہے، کفر کہے، وہ اپنے اسلام کی خبر لے"۔ (احمد رضا قادری: الفتویٰ النادرہ (طبع لاہور) ص ۱۶)

☆☆☆☆